غلام احمد قادیانی

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی للعہ ششماہی للعہ سہ ماہی عار

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۴۰ | مورخہ ۲۰ جون ۱۹۲۵ء | یوم شنبہ | مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ میں بفضل خدا خیر و عافیت ہے۔

کئی دن سے سخت گرمی اور تپش ہو گئی تھی۔ کہ خدا نے اپنے فضل سے ۷ ار کی رات کو باران رحمت نازل فرمائی جس سے سخت گرمی کے ایام میں خوشگوار موسم کا لطف آگیا۔

جناب حافظ روشن علی صاحب وزیر آباد اور جناب خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور تشریف لے گئے۔

چندہ خاص کیلئے چند دن

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدام کے معروضات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے تحریک چندہ خاص ایک لاکھ کی میعاد میں ۳۰ رجون تک جو اضافہ فرمایا۔ اس میں سے صرف چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ انہیں غنیمت سمجھ کر اپنا اپنا موعودہ چندہ جلد ادا کر دینا چاہیئے۔ یہ میعاد ختم ہو جانے کے بعد اس مبارک تحریک میں شمولیت کا موقع نہیں مل سکیگا۔

احباب کرام کو یاد ہو گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جو احباب اس تحریک میں شامل ہونگے۔ خدا تعالیٰ ان پر خاص برکات نازل کریگا۔ پس کسی احمدی کو ان برکات کے حصول سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔ اور اپنے تمام مصارف پر اس چندہ کو ترجیح دینی چاہیئے۔

جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ

افسوس جلسہ لاہور کی رپورٹ بہت دنوں کے بعد پہنچی ہے۔ اور اس میں بھی مباحثات کا کوئی ذکر نہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کا فرض تھا۔ کہ مکمل رپورٹ جلد بھیجتی۔ (ایڈیٹر)

۲۹ مئی ۵½ بجے شام سے سوا سات بجے تک جناب حافظ روشن علی صاحب کی تقریر ہوئی۔ چودہری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ نے کرسی صدارت کو زینت دیتے ہوئے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں مسلمانوں کی علمی و عملی حالت کا انحطاط ظاہر فرماتے ہوئے تمام مسلمانوں کو شاہراہ ترقی پر گامزن ہونے کی ترغیب دی۔ اور ساتھ ہی بتلایا۔ کہ مذہبی جلسوں کو عام مسلمانوں نے ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ مذہبی مجالس انسان کے اخلاق و اعمال و عقائد کی اصلاح و درستی کے لئے ہوتی ہیں۔ جو صاحب وقت خرچ کر کے یہاں آئیں۔ وہ اپنے وقت کو ضائع نہ کریں۔ بلکہ حتی الوسع فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں :

حافظ روشن علی صاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب حافظ صاحب نے اپنی تقریر شروع کی۔ مضمون کا عنوان "قرآن کریم الہامی و کامل کتاب ہے" تھا۔ آپ نے قرآن کریم کو کامل و الہامی ثابت کرنے کے لئے ۱۱ معیار پیش کئے۔

(۱) کامل و الہامی کتاب دعویٰ بھی کرے۔ اور ساتھ دلائل بھی دے۔

(۲) وہ کتاب بے مثل ہو۔ اور انسان اس کی نظیر لانے پر قادر نہ ہو۔

(۳) وہ کتاب دنیا میں کامل نمونہ پیدا کرے۔

(۴) خدا کی صفات ایسی بیان کرے۔ جن سے محبت پیدا ہو۔

(۵) تمام احکام کو بالتفصیل بیان کرے۔

(۶) وہ کتاب زندہ خدا کو پیش کرے۔ جو اپنے عشاق سے ہمکلام ہوتا ہو۔

(۷) وہ کتاب امور غیبیہ کی خبر دیتی ہو۔ تا آئندہ بھی اسکی صداقت چمکتی رہے۔ اور ہر زمانے کے لوگ اسکے کمال اور الہامی ہونے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

(۸) وہ ایسی زبان میں ہو جو اسکے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے۔ تا اختلاف کے وقت اسکی زبان سے مدد لی جاسکے۔

(۹) ایسے زمانے میں نازل ہو۔ جو مفاسد سے پُر ہو۔

(۱۰) وہ کامل کتاب اپنی تنزیل کے بعد جلد ہی تمام دنیا میں پھیل جائے۔

(۱۱) اس کے احکام فطرت انسانی کے خلاف نہ ہوں۔ قانون فطرت خدا کا فعل ہے۔ اور قانون شریعت خدا کا قول۔ ان دونوں میں مطابقت ضروری ہے۔

اس کے بعد نماز مغرب کے لئے جلسہ برخواست کیا گیا۔

میر قاسم علی صاحب کی تقریر

دوسرا اجلاس زیر صدارت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بعد از نماز مغرب شروع ہوا۔ جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے تناسخ پر تقریر فرمائی۔ تناسخ کے ابطال پر ستیارتھ پرکاش وغیرہ سے بعض حوالجات پڑھے گئے۔ میر صاحب نے تناسخ کے متعلق ایک سو روپیہ انعام مقرر کیا۔ کہ میری بیان کردہ عقلی اختلاف کی دلیل کے علاوہ کوئی دلیل تناسخ کی بیان نہیں کی جاتی ہے۔ اگر ہے۔ تو پیش کرو۔ حاضرین میں سے انعام مذکورہ لینے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

مولوی جلال الدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل نے وفات مسیح پر تقریر کی۔

چودہری فتح محمد صاحب کی تقریر

۳۰ مئی۔ پہلا اجلاس زیر صدارت جناب میر قاسم علی صاحب شروع ہوا۔ جناب چودہری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر دعوۃ و تبلیغ نے "ہندوستان میں اسلام" کے عنوان پر نہایت مبسوط اور پرجوش تقریر فرمائی۔ آپ نے مختلف پہلوؤں سے مسلمانوں کی کمزوری کی بنیاد ترک تبلیغ و دیگر اہم مسائل دینیہ کو چھوڑ دینا قرار دیا۔ اور پُرزور الفاظ میں تبلیغ اسلام کے متعلق اپیل کی۔ اس کے فوائد عقلیہ و نقلیہ ظاہر کئے۔ آخر میں آپ نے بتایا۔ کہ اگر ہندوستان اسوقت ترقی کر سکتا ہے۔ تو اسلام کا حلقہ بگوش بن کر اور تبلیغ اسلام اور جوش اشاعت دین کے ذریعہ :

چودہری ظفر اللہ خان صاحب کی تقریر

دوسری تقریر جناب چودہری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور نے "عیسائیت و اسلام" کے عنوان پر فرمائی۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کی اس تعلیم کا مقابلہ کر کے جسے خدا کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے فرمایا۔ انجیلی تعلیم اول تو الہامی نہیں۔ بلکہ مختلف لوگوں کی ترمیم شدہ بعض عبارتیں ہیں۔ دوئم ان میں بھی اخلاق فاضلہ۔ اعمال صالحہ۔ تمدنی۔ معاشرتی امور پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ جو کچھ معمولی سی ہے۔ وہ توریت سے نقل شدہ ہے۔

مولوی غلام رسول صاحب کی تقریر

تیسری تقریر مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی نے فرمائی۔ جو مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کی صداقت پر تھی۔ آپ نے فرمایا۔ احمدیت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت و رسالت کا تازہ پھل ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات و پیشگوئیاں پرکھنے کیلئے وہی صحیفہ معیار ہوگا۔ جو رسول کریمؐ پر نازل ہوا۔ پھر آپ نے قرآن کریم سے پیشگوئی کی تعریف اور چند اصول بیان فرمائے۔

(۱) ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا

(۲) یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب

(۳) ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب الآیۃ

آپ نے آیات بالا سے استشہاد فرما کر بتایا۔ کہ محکمات ذریعہ ایمان اور متشابہات ذریعہ امتحان ہوتی ہیں۔ اور شروط صرف وعید کی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ و کذالک انزلنٰہ قرآناً عربیاً و صرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون۔ او یحدث لھم ذکراً ۵

شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر

دوسرے اجلاس میں زیر صدارت جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات پر تقریر فرمائی۔ جو مذہبی و سیاسی دونوں لحاظ سے نہایت مفید تھی۔ مگر وائے بر مسلمانان لاہور جو دوسری تقریروں کو صرف مذہبی نقطہ نگاہ سے اپنے خلاف سمجھ کر شور مچاتے تھے۔ انہوں نے اسپر بھی بہت شور مچایا۔

حافظ روشن علی صاحب کی دوسری تقریر

تیسرا اجلاس زیر صدارت جناب مولوی جلال الدین صاحب شملوی شروع ہوا جناب حافظ روشن علی صاحب نے "حیاۃ النبی" یعنی حضور سرور کائنات سید الانبیاء و المرسلین محمد مصطفےٰ صلعم ہی زندہ و کامل نبی ہیں کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ آپ نے رسول اکرم کے مندرجہ ذیل فضائل پر روشنی ڈالی۔ (۱) حضور ہی ایسے ہادی ہیں۔ کہ گذشتہ ہادیوں نے بڑے زور شور اور کثرت سے آپکے متعلق پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ مثلاً۔ استثناء باب ۱۸ و ۳۳۔ یسعیاہ ۴۲ تا ۶۰ کئی دفعہ اعمال باب ۳۔ متی باب ۲۱۔

(۲) حضور ہی کا نام محمد رکھا گیا۔ (۳) صرف آپکے حالات ہی دوستوں دشمنوں میں محفوظ ہیں۔ (۴) آپنے ایسے ملک کو توحید کا متوالا کیا۔ جو شرک سے پُر تھا۔ (۵) آپکا اسم گرامی کلمہ کی جزو بنا۔ مخالف تو اسی امر کو شرک سمجھتے ہیں۔ مگر دراصل یہ شرک کا قلع قمع کرنیوالا ہے۔ دیگر ہادیوں یا بڑے لوگوں کو شریک گردانا گیا۔ حتی کہ حضور پُرنور کے شاگرد و ں کو بھی۔ مگر حضور کو خدا تعالیٰ نے پاک رکھا۔ (۶) ہر مذہب کیلئے ہادی کا کامل نمونہ درکار ہے۔ دیگر بانیان مذاہب کے اول تو تمام شعبہائے زندگی سے گذرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اگر ملا۔ تو تاریخ بالکل ساکت ہے۔ مگر حضور نے غربت امارت صلح و دشمنی تجرد و تاہل۔ نوکری سیادت بادشاہت سپاہیانہ طاقت غرضیکہ ہر امر میں آپنے کامل نمونہ دکھایا اور محمدیت بر ہانہ محمدیت کو ظاہر کیا۔ (۷) آپکا کام لوگوں کو مومن بنانا ہی نہ تھا۔ بلکہ محبوب خدا بنانا۔ جیسے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ الخ (۸) کوئی نبی ایسا نہیں جسکے تربیت یافتہ صحبت میں رہنے والوں کو بھی اسوہ قرار دیا گیا ہو۔ مگر حضور کو یہ فخر حاصل ہے فرمایا محمد رسول اللّٰہ والذین معہ (۲) رضی اللّٰہ عنھم کا خطاب توبہ ۱۳ (۳) صحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (۹) صرف آپکو ہی کامل دین دیا گیا۔ جو کسی شرعی ضرورت کو پورا قاصر نہیں۔ (۱۰) کوئی نبی نہیں۔ کہ جسکی امت کو بانی مذہب پر درود بھیجنے کی دعا کا حکم ہو۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کی تقریر

۳۰ مئی کو پہلا اجلاس زیر صدارت جناب چودہری فتح محمد صاحب ایم۔ اے شروع ہوا جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیر سابق مبلغ افریقہ و انگلستان نے بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام پر تقریر فرمائی۔ باہر کے مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۳۰ جون ۱۹۲۵ء

اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِر

حج بیت اللہ
اور
فتنۂ حجاز
(نمبر ۳)

(حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے قلم سے)

گذشتہ مضمون (مندرجہ الفضل ۹ جون ۱۹۲۵ء) میں یہ ذکر تھا کہ امیر ابن سعود تو جنگ کی تیاری کرتے رہے مگر شریف مکہ انگریزوں کی مدد کے بھروسہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اسکے بعد حسب ذیل مقالہ پڑھئے۔ (ایڈیٹر)

شریف مکہ اور انگریزوں کے تعلقات

اس عرصہ میں بعض نئے امور پیدا ہونے شروع ہوئے۔ انگریزی نمایندوں نے شریف مکہ سے وعدہ کیا تھا کہ عرب کو آزاد ہونے کے بعد ایک حکومت بنا دیا جائیگا۔ وہ اس وعدہ کے پورا کرنے پر زور دیتے تھے۔ ادہر عرب تین طاقتوں کے اثر کے نیچے تقسیم ہو چکا تھا۔ شام پر فرانس کا قبضہ تھا (اصلی عرب میں شام وغیرہ شامل نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں چونکہ عراق۔ فلسطین اور شام میں عرب ہی زیادہ تر آباد ہیں اور بولی بھی عربی ہے۔ اس لئے اس سب علاقہ کو عرب ہی کہا جاتا ہے) عراق اور فلسطین انگریزوں کے تصرف کے نیچے تھے۔ نجد ایک آزاد امیر ابن سعود کے ماتحت تھا۔ اگر انگریز چاہتے بھی تو ایسا نہ کر سکتے تھے۔ شریف کو غصہ تھا کہ مجھ سے وعدہ خلافی کی گئی ہے۔ انگریزوں کو شکوہ تھا۔ کہ جب تم اپنے علاقہ کے سنبھالنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ تو سارے عرب کو اپنے ماتحت لانے کے لئے کس طرح خواہشمند ہو۔ شریف مکہ کو بھی انگریزوں کی طرف سے ایک معقول مدد ملتی تھی۔ انگریز چاہتے تھے۔ کہ وہ اس مدد کے بدلے میں انگریزوں سے اور بھی رعایت کریں۔ ادہر عالم اسلامی کا یہ حال تھا۔ کہ وہ شریف مکہ کے تخت خلافت پر بیٹھنے سے خفا ہو رہا تھا۔ کہ یہ انگریزوں کی طرف کیوں مائل ہیں۔ شریف نے جب دیکھا کہ ادہر انگریز ان کی اس خواہش کو پورا کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ کہ عرب کو ایک حکومت کر دیا جائے۔ بلکہ الٹا اس روپیہ کے بدلے جو انکو دیا جاتا ہے۔ بعض ایسے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ جو ان کی آزادی کو تباہ کر دیگا۔ اور ادہر عالم اسلام ان کے اس رویہ کے خلاف ہے۔ تو چونکہ ان کی دیرینہ خواب پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ انگریزوں کو ناراض کرینگے۔ اور عالم اسلامی کو خوش اور وہ یہ اُمید رکھتے تھے۔ کہ ان کے اس رویہ سے مسلمانوں کی ہمدردی ان کے ساتھ ہو جائیگی۔ یہ فیصلہ کر کے انہوں نے انگریزی معاہدہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو انگریزوں سے مدد ملنی بند ہو گئی۔ انگریز حجاز کے بچانے کے لئے جو رقم ابن سعود کو دیتے تھے۔ اس کو انہوں نے بند کر دیا۔

شریف مکہ پر ابن سعود کا حملہ

امیر ابن سعود نے یہ دیکھ کر کہ اس سے عمدہ موقعہ کوئی نہ ملیگا۔ حجاز سے ایک علاقہ کا مطالبہ کیا۔ شریف حسین نے اس علاقہ کے دینے سے انکار کیا۔ اور وہ جنگ شروع ہو گئی۔ جو اب شروع ہے۔ امیر ابن سعود نے چاہا تھا کہ وہ ساتھ ہی یردن پار کے علاقہ پر جس کے امیر شریف کے لڑکے امیر عبد اللہ مقرر ہیں۔ حملہ کر دیں۔ مگر چونکہ اسے انگریزوں نے اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے۔ تا کہ عراق اور فلسطین کے درمیان کا راستہ کھلا رہے۔ اس لئے اس میں تو ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ مگر حجاز سے باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ شریف حسین کو اُمید تھی۔ کہ جنگ کے شروع ہونے پر انگریز پرانے تعلقات کی بنا پر ان کی مدد کرینگے۔ مگر یہ اُمید بر نہ آئی۔ انگریزوں نے صاف کہدیا۔ کہ جب تک وہ معاہدہ پر دستخط نہ کرینگے۔ اسوقت تک ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ مسلمانوں نے ان کی ہمدردی نہ کی۔ اور سمجھا کہ اب ان کو ترکوں سے بغاوت کرنے کی سزا ملنے لگی ہے بیٹیوں کی طرف سے بھی مدد نہ ملی۔ جو موجودہ حالات میں انکو انگریزی حکومت سے معاہدہ کر لینے کا مشورہ دیتے تھے۔ صرف ان کی اپنی طاقت باقی رہ گئی۔ اور وہ امیر نجد کے مقابلہ پر کچھ حیثیت نہ رکھتی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھیں (۱) انہوں نے حکومت کو باقاعدہ بنانے کے خیال سے مغربی حکومتوں کی طرح تمام محکمہ جات جاری کر دیئے تھے ملک کی آمد کم تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹیکس بڑھانے پڑے اور بدوی امیر جو سرکاری امداد کے ہمیشہ سے امیدوار رہتے ہیں۔ ان سے ناراض ہو گئے۔ (۲) دوسرے ملکوں کی ہمدردی کے حصول کی غرض سے انہوں نے بدوؤں کو ڈاکہ سے روکنا شروع کیا۔ اور اگر وہ ڈاکہ ڈالتے۔ تو ان کو سزا دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بدوی بھی ان سے ناراض ہو گئے۔ (۳) بدوؤں کی آمدن کے خیال سے انہوں نے اونٹوں وغیرہ کے کرائے زیادہ مقرر کئے۔ اس سے باہر کے لوگ بھی ناراض ہو گئے۔ اور بدو الگ ناراض تھے۔ (۴) جب انگریزی مدد بند ہو گئی۔ تو انہوں نے مالیہ کو پورا کرنے کے لئے حاجیوں سے بہت زیادہ ٹیکس وصول کرنے شروع کئے۔ جس سے بے اطمینانی اور بڑہی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ نہ اہل مکہ نہ اہل بادیہ اور نہ دوسرے ملکوں کو ان سے ہمدردی رہی۔ اگر وہ اخراجات کم رکھتے۔ اور بدوؤں کو فوجی کام میں مشغول رکھتے۔ اور ان کی مالی امداد کرتے رہتے۔ اور آخری سالوں میں حاجیوں کو تکلیف نہ دیتے۔ بلکہ آمد کے بڑھانے کے اور ذرائع تلاش کرتے۔ تو ان کی طاقت اس قدر کمزور نہ ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ جب جنگ شروع ہوئی تو اپنے لوگ بے دلی سے کام کرتے تھے۔ دشمن تجربہ کار تھا۔ بیرونی مدد تھی نہیں۔ ان کی فوج کو شکست پر شکست ہونے لگی۔ اور آخر طائف بھی امیر نجد نے لے لیا۔ جب مکہ پر چڑھائی ہوئی۔ تو شریف حسین جن کو یہ ڈر تھا۔ کہ شاید شہر کے لوگ بھی ان کے خلاف کھڑے ہو جاویں۔ اور ان کے لئے بھاگنے کا بھی رستہ نہ رہے۔ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اور ان کے بڑے لڑکے شریف علی نے ان کی جگہ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ شریف علی چونکہ فوجی امور کا تجربہ اپنے والد سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ انہوں نے فوراً فوج کو ترتیب دیکر جدہ کو اپنا صدر مقام قائم کیا۔ اور بجائے کھلے میدان میں جنگ کرنے کے ساحل سمندر کے پاس کے شہروں میں محصور ہو گئے۔ اور اسطرح ایک سال کے قریب سے وہ اپنی حفاظت کرتے چلے آتے ہیں۔

یہ تو فوجی حالات ہیں۔ اب میں اس کشمکش کے جو سیاسی یا تمدنی یا علمی اثرات عرب پر پڑ رہے ہیں۔ یا پڑ سکتے ہیں انکو بیان کرتا ہوں۔ مگر پیشتر اسکے کہ میں ان اثرات کو بیان کروں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ امیر ابن سعود کے خاندان کے کچھ تاریخی حالات بھی بیان کر دوں۔ کیونکہ انکے بغیر اس حرکت کی حقیقی اہمیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

خاندان امیر ابن سعود کے تاریخی حالات

سنہ ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۶۹۱ء کو ایک نجد کے شہر عیینہ میں ایک بچہ پیدا ہوا جسکا نام محمد رکھا گیا۔ خدا تعالے نے اس بچہ کی قسمت میں عرب کے اندر سینکڑوں سال کی موت کے بعد ہیجان پیدا کرنے کا کام مقرر فرمایا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا۔ کہ اسلام پر شرک کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اور رسوم اور بدعات کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔ خدا تعالے کی غیرت بھڑک رہی تھی۔ اور تمام اسلامی ممالک میں اسلامی محبت سے پُر دل فکر و اندوہ کا شکار ہو رہے تھے۔ تب خدا تعالے کی غیرت نے مختلف ممالک میں مختلف لوگ مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے پیدا کئے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب پیدا ہوئے۔ عرب میں خدا تعالے نے محمد بن عبد الوہاب کو چنا۔ آپ اپنی جوانی کی عمر میں ہی علم کے شوق میں اپنے وطن کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ اور پہلے عراق کے شہروں میں تعلیم پاتے رہے۔ بعد میں دمشق اور مدینہ منورہ میں تکمیل تعلیم کے لئے چلے گئے۔ وہاں انہوں نے اس وقت کے مشہور علماء سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اور اپنے وطن نجد کو واپس آئے۔ نجد کی مذہبی حالت اسوقت ناگفتہ بہ تھی۔ لوگ دین سے بالکل بے بہرہ تھے۔ شرک اسقدر عام تھا۔ کہ پتھروں کی پوجا تک شروع ہو گئی تھی۔ انہوں نے وطن پہنچتے ہی توحید کا وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور اپنی زندگی کو بدعات و رسوم کے مٹانے کے لئے وقف کر دیا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے۔ ان کی مخالفت ہوئی مگر اللہ تعالے نے محمد ابن سعود کو جو درعیہ کے رئیس تھے ان کی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے شرح صدر دیدیا۔ انہوں نے اس طریق کو قبول کرتے ہی اسکی اشاعت پر اس جوش سے زور دینا شروع کیا۔ کہ تھوڑے ہی دنوں میں محمد بن عبد الوہاب کا طریقہ اس علاقہ میں پھیل گیا۔ نئے طریق کے جوش سے بھرپور ہو کر محمد بن سعود نے پاس پاس کے علاقوں پر حملے کرنے شروع کئے۔ اور جبراً لوگوں سے رسوم و بدعات چھڑوانے لگے حتیٰ کہ انکی وفات سے جو سنہ ۱۷۶۵ء میں ہوئی۔ پہلے ہی تمام مشرقی نجد اور حسا میں محمد بن عبد الوہاب کا طریق پھیل گیا۔

وہابیوں کے حملے

ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عبد العزیز بن سعود نے نجد سے بھی پرے تک اس طریق کو رائج کیا۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۷۹۸ء میں ترکوں کو مجبور ہو کر ان پر چڑھائی کرنی پڑی۔ مگر اس ترکی فوج کو زک ہوئی۔ وہابی طاقت کو اور بھی شہرت حاصل ہو گئی۔ عبد العزیز کے بیٹے سعود بن سعود نے عراق کے ایک حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ کربلا کو لوٹ کر مقابر کو برباد کیا۔ مکہ مکرمہ کو بھی فتح کر لیا۔ آخر امیر عبد العزیز ایک شیعہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور سعود بن سعود بادشاہ ہوئے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ منورہ بھی فتح ہو گیا۔ چونکہ وہابی فوجوں نے مزار مبارک میں جس قدر قیمتی چیزیں تھیں۔ ان کو لوٹ لیا تھا۔ اور بعض عمارتوں کو توڑ دیا تھا۔ (یہ لوگ پختہ قبر کے قائل نہیں) اس وجہ سے سب عالم اسلامی میں جوش پیدا ہوا۔ مگر چونکہ خود ترکوں میں اس وقت طاقت نہ تھی۔ مصر کی بڑھتی ہوئی حکومت کو ان کی سرکوبی مقرر کی گئی۔ اور انہوں نے ترکی حکومت کی ہدایت کے ماتحت دس ہزار فوج بمعیت طوسوں پاشا جو محمد علی پاشا خدیو مصر کا لڑکا تھا۔ حجاز پر حملہ آور ہوا۔ اول اول تو مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ مگر آخر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وہابیوں سے چھین لئے گئے۔ محمد بن عبد الوہاب کے پیرؤوں کا نام آہستہ آہستہ وہابی پڑ گیا۔ اس لئے میں نے وہی نام لکھا ہے۔ ورنہ یہ لوگ اسی نام کو استعمال نہیں کرتے۔ مگر اس سے زیادہ مصری لشکر کچھ نہ کرسکا۔ اور آخر سنہ ۱۸۱۲ء میں خود محمد علی پاشا اس مہم کو سر کرنے کے لئے آئے۔ پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ بلکہ سنہ ۱۸۱۳ء میں طوسون پاشا کو طائف پر سخت شکست ہوئی۔ مگر اسی سال سعود بن سعود فوت ہو گئے۔ ان کے بیٹے عبد اللہ نے مصریوں سے صلح کرنی چاہی۔ مگر محمد علی پاشا نے انکار کر دیا۔ اور نجد پر حملہ کر کے وہابی فوجوں کو شکست دی۔ اور عبد اللہ بن سعود کو صلح پر مجبور کیا۔ مگر مصری فوجوں کی واپسی پر عبد اللہ نے معاہدہ کی پابندی سے انکار کر دیا۔ اسوقت طوسون پاشا کی جگہ ابراہیم پاشا کمانڈر مقرر ہو چکے تھے۔ انہوں نے بدوی قبائل کو پھاڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور پھر عبد اللہ بن سعود کو شکست دی۔ اور نجد کے کئی شہروں کو فتح کرنے کے بعد سنہ ۱۸۱۸ء میں درعیہ کو جو نجد کا دار الخلافہ تھا۔ فتح کر لیا۔ عبد اللہ اپنے چار سو ہمراہیوں بمعیت قید ہوئے اور ان کو قسطنطنیہ بھیجدیا گیا۔ جہاں کہ باوجود ابراہیم پاشا کی سفارش کے ان کو قتل کر دیا گیا۔ دار الامارۃ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اور نجد کے تمام شہروں میں مصری فوجیں رکھی گئیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ترکی جو عبد اللہ کے بیٹے تھے۔ انہوں نے بغاوت کر کے پھر اپنی حکومت قائم کی۔ مگر خراج مصر کو ادا کرتے رہے۔ ان کے بیٹے فیصل بن سعود نے چونکہ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے ان پر پھر چڑھائی ہوئی۔ اور ان کو قید کر کے قاہرہ پہنچا دیا گیا۔ اور ان کی جگہ ان کے ایک رشتہ دار خالد کو ریاض میں جو اب نجد کا دار الامارۃ ہو گیا تھا۔ حاکم مقرر کر دیا گیا۔ سنہ ۱۸۴۳ء میں فیصل بن سعود قاہرہ سے بھاگ کر پھر نجد پہنچے۔ اور ملک نے ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ بظاہر وہابی طاقت پھر قائم ہو گئی۔ مگر عمان یمن اور بحرین پر وہابی تسلط نہ کر سکے۔

عبد اللہ بن رشید کی طاقت

اسی زمانہ میں جبل شمر میں ایک نئی طاقت بڑھنے لگی۔ یہ طاقت عبد اللہ بن رشید کی تھی۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں جب فیصل بن سعود کو مصریوں نے قید کر کے قاہرہ بھیجدیا۔ تو اس عرصہ میں عبد اللہ بن رشید نے اپنی حکومت کو شمال مغربی علاقہ میں مضبوط کرنا شروع کیا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے طلال نے اور بھی اس ریاست کو مضبوط کیا۔ کنوئیں لگوائے۔ رباغات لگائے۔ تکیے بنوائے۔ سکول جاری کئے۔ اور ملک کی وسعت کو بڑھانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ خیبر۔ تیما۔ اور جوف کے علاقے بھی جبل (دار الامارۃ ابن رشید) کے ماتحت ہو گئے۔ مگر وہابیوں سے جنگ سے بچنے کے لئے ابن رشید کی حکومت نے ان سے تعلق کو قائم رکھا۔ اور کسی طرح ان کو ناراض نہ ہونے دیا۔ اور اسطرح اپنی طاقت کو بڑھایا۔ مگر بالمقابل ابن سعود کی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ اور مشرقی قبائل آزاد ہوتے گئے۔ یہانتک کہ سنہ ۱۸۶۷ء میں ترکوں نے نجد کو اپنی حکومت سے ملا لیا۔ اور نجد کو ترکی حکومت کا ایک صوبہ قرار دیا۔

سنہ ۱۸۹۱ء میں حکومت ابن سعود نے یہ دیکھکر کہ ابن رشید کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ مشرقی ریاستوں سے سمجھوتہ کر کے ایک مشترکہ حملہ اسپر کیا۔ مگر سب نے شکست کھائی۔ اور محمد ابن رشید اسوقت کا امیر سب نجد کا بادشاہ ہو گیا۔ اور اسطرح ترکوں کی حکومت نجد پر اور بھی مضبوط ہو گئی۔ کیونکہ ترک ابن رشید کے ساتھ اور ابن سعود کے مخالف تھے۔ سنہ ۱۹۰۰ء تک برابر ابن رشید کا غلبہ رہا۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء میں شیخ کویت جو انگریزی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس نے ابن سعود اور بعض اور قبائل سے ملکر ابن رشید پر حملہ کیا۔ اور اسکو شکست دیتے دیتے اسکے دار الامارۃ تک لے گئے۔ ترکوں نے ابن رشید کی مدد کے لئے فوج بھیجی۔ جو بغیر جنگ کئے صلح کر کے واپس لوٹ گئی۔ مگر اس دن سے وہابی طاقت پھر بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ جنگ عظیم کے زمانہ میں انکی طاقت بہت ہی ترقی کر گئی۔

ابن سعود اور شریف مکہ کی حالت

مندرجہ بالا حالات سے یہ امور بخوبی روشن ہو جاتے ہیں۔ کہ (۱) موجودہ جنگ حجاز کوئی نئی جنگ نہیں۔ بلکہ یہ ایک ڈیڑھ سو سالہ پرانا قصہ ہے اور سنیوں وہابیوں کی جنگ ہے۔ پچھلے ڈیڑھ سو سال میں قریباً بغیر وقفے کے وہابیوں نے عرب پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر سنیوں نے انکا مقابلہ کیا ہے۔ کبھی عرب قبائل انکی طرف سے لڑے ہیں۔ کبھی مصری کبھی ترک۔ (۲) دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابن سعود کی حکومت ہمیشہ ہی پچھلے ڈیڑھ سو سال میں ترکوں کے مخالف رہی ہے۔ اور ان سے جنگ کرتی رہی ہے۔ (۳) تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابن سعود [illegible]

ترکیب ہیں۔ جیسے ترکیب شریف مکہ ہوئے ہیں۔ یعنی وہ بھی غیر مسلم حکومتوں کی مدد سے ترکوں سے لڑ چکے ہیں۔ بلکہ پچھلے چند سال تک بھی وہ انگریزوں سے روپیہ لیتے رہے ہیں

سنیوں کا اختلاف وہابیوں سے

اس تاریخ کو بیان کرنے کے بعد اب میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس جنگ کا اثر سیاسی اور مذہبی طور پر عرب پر کیا پڑیگا۔ پہلے تو میں سیاسی اثر کو لیتا ہوں۔ جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے یہ جنگ سُنی وہابی کا جھگڑا ہے۔ سُنی ہمیشہ اپنی کثرت کے گھمنڈ پر مقامات مقدسہ کے قبضہ کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ اور وہابی اس امر کے مدعی ہیں کہ تم لوگوں نے ان مقامات کو نجس کر دیا ہے۔ اس لئے تمہارا ان پر کوئی حق نہیں۔ ترکی حکومت کے زمانہ میں بھی وہابیوں کو مکہ میں آزادی نہ تھی۔ جب میں ۱۹۱۲ء میں حج کے لئے گیا ہوں۔ اس وقت ترکی حکومت تھی۔ میں بعض وہابیوں سے ملا تھا۔ وہ لوگ سخت تنگ تھے۔ اپنے عقیدہ کا اظہار تک نہیں کر سکتے تھے۔ ایک بڑے عالم نے جو سب مکہ میں عالم مشہور تھا بتایا۔ کہ وہ دراصل وہابی ہے۔ مگر ظاہر اپنے آپ کو حنبلی کرتا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ اسے وہابیت کے الزام میں قید کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ سب وہابی اپنے آپ کو اس زمانہ میں حنبلی کہتے تھے۔ کیونکہ حنبلیوں کی فقہ اہل حدیث سے قریب ترین ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اس نام کے نیچے اپنے آپ کو چھپا سکتے ہیں۔ وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیتے تھے۔ جماعت کرانے کی اجازت نہ تھی۔ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جماعت کے وقت ادھر ادھر ہو جاتے۔ جب لوگ نماز پڑھ لیتے۔ تو وہ اکیلے اکیلے خانہ کعبہ میں نماز پڑھ لیتے یا گھروں پر پڑھ لیتے۔ اگر کسی کی نسبت شبہ ہو جائے۔ کہ وہ وہابی ہے۔ تو اس کی جان کی خیر نہ ہوتی۔ کیونکہ حکومت تو بعد میں دخل دیتی۔ عوام الناس ہی اس کو اپنے قدموں میں روند ڈالتے۔ میں نے دیکھا۔ کہ یہ لوگ سنی علماء کی نسبت زیادہ عالم اور زیادہ ہوشیار تھے۔ اور اچھے بارسوخ تھے۔ شریف حسین کے لڑکوں کے اتالیق جو ایک نہایت ہی سمجھدار اور لائق آدمی تھے۔ اور احمدیت کے بہت ہی قریب تھے۔ گو انہوں نے اظہار نہیں کیا۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ وہ بھی وہابی تھے۔ کیونکہ ان کو قریباً سب مسائل میں وہابیوں سے اتفاق تھا۔ خود کہتے تھے۔ کہ مکہ میں انسان اپنے عقیدہ کو ظاہر کر کے نہیں رہ سکتا ان صاحب کو میں نے سب مکہ کے علماء میں سے زیادہ سمجھدار اور وسیع الحوصلہ دیکھا۔ مجھے نصیحت کرنے لگے۔ کہ میرے جیسے لوگوں کو آپ احمدیت کی تبلیغ کریں۔ دوسرے علماء کے پاس نہ جاویں۔ ورنہ فساد ہو جاوے گا۔ میں نے کہا۔ اگر حق سنانے میں کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ بہت متاثر ہوئے۔ اور کہا ایمان کی علامت تو یہی ہے ؛

لفظ وہابی بطور گالی

غرض ترکی حکومت میں بھی وہابیوں کو مکہ میں آزادی نہ تھی۔ وہابی کا لفظ بطور گالی کے مکہ میں استعمال ہوتا تھا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ کسی کو کتا کہہ دینے سے وہ اس قدر بُرا نہ مناتا ہوگا جس قدر کہ وہابی کہہ دینے سے۔ جب شریف حسین نے آزادی اختیار کی۔ تو ان کے زمانہ میں بھی سنا ہے۔ کہ یہ ظلم برقرار رہا۔ بلکہ ابن سعود نے حج کی اجازت اپنی قوم کے لئے طلب بھی کی۔ تو ان کو اجازت نہ دی گئی۔ اور کیا تعجب ہے۔ کہ شریفی خاندان کی موجودہ تباہی اسی ظلم کے سبب سے ہو ؛

اہل حجاز اور وہابیوں کے تعلقات

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ سنی حلقہ میں وہابیوں کو سخت نفرت کی نگہ سے دیکھا جاتا ہے اور چونکہ عرب کا بیشتر حصہ اب تک سنی ہی ہے۔ اس لئے زیادہ حصہ عربوں کا نجدیوں کے مخالف ہے۔ چونکہ وہابی لوگ ہمیشہ سے سخت گیر رہے۔ اور جبراً اپنے مسائل پر عمل کرواتے ہیں۔ اس لئے کسی کو یہ طاقت تو نہیں۔ کہ ان کے ماتحت رہ کر ان کی مخالفت کرے۔ مگر اہل مکہ اور سب اہل حجاز کے دل کبھی ان کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اہل مکہ اور اردگرد کے قبائل کے تن اور پوست جن رسومات کی آمد سے بنے ہوئے ہیں۔ وہابی اس کے مخالف ہیں۔ اگر وہابیوں کی حکومت کچھ عرصہ تک رہے تو اہل مکہ کا بیشتر حصہ بھوکا مرنے لگے۔ پس حجاز کی نسبت یہ امید کرنا۔ کہ وہ دل سے وہابیوں کا ساتھ دے ناممکنات کی امید کرنا ہے۔ اہل مدینہ کا بھی وہی حال ہے۔ جو اہل مکہ کا۔ ان کے گوشت پوست میں حب رسول بھری ہوئی ہے وہ کیسے ہی مجرم ہوں۔ مگر آنحضرت صلعم کے مزار کا ادب ان کے رگ و ریشہ میں پر ہے۔ وہ مر جاویں گے۔ مگر کبھی منظور نہ کریں گے۔ کہ آپ کا مزار معمولی صورت میں رکھا جاوے خواہ وہ تلوار کے ڈر سے سر جھکا دیں۔ مگر وہ کبھی اس طریق کو دل سے قبول نہ کرینگے۔ فلسطین کے عربوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی مجاور ہیں۔ اور مقابر کے محافظ۔ انکی ہمدردی وہابیوں سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اہل شام وہابیوں کے سخت مخالف ہیں۔ اور شریف حسین اور ان کے خاندان کے دلدادہ۔ چونکہ وہ اور فلسطین کے باشندے فرانس کی حفاظت میں ہیں۔ وہابیوں کا ان پر کوئی زور نہیں۔ اور اس وجہ سے ان کا اپنے حالات کو ظاہر میں بدلنا بھی بعید از قیاس ہے۔ عراق کے لوگ تو مشہور مجاور ہیں۔ عراق کا گاؤں گاؤں زیارتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے حاکم بھی شریف فیصل شریف حسین کے لڑکے ہیں۔ اس سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔ کہ وہ کبھی وہابیوں کی تائید کرے۔ یمنی لوگ شریف حسین کے مخالف ہیں۔ گو مذہباً وہابیوں کے مخالف ہیں۔ مگر سیاستاً کوئی تعجب نہیں۔ کہ ابن سعود کا ساتھ دیں۔ مگر ان میں بھی دو ٹکڑے ہیں۔ ایک ٹکڑا اگر ابن سعود کے ساتھ ہوگا۔ تو دوسرا ضرور ان کی مخالفت کرے گا ؛

موجودہ جنگ کا سیاسی اثر عرب پر

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بظاہر حال معلوم ہوتا ہے۔ کہ (۱) اگر ابن سعود شریف حسین کو شکست بھی دے دیں۔ تو حجاز پر دیر تک ان کا قابض رہنا مشکل ہوگا (۲) اگر وہ حجاز پر قابض بھی ہو جاویں۔ تو آئندہ کے لئے اس امید کو بالکل قطع کر دینا ہوگا۔ کہ عرب کبھی ایک حکومت بن کر اپنی آپ حفاظت کر سکے۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے عرب صوبے نجد و حجاز سے متحد ہونا تو الگ رہا۔ اس کے ساتھ امن سے رہنا بھی پسند نہیں کرینگے اور چونکہ گو اسوقت وہ کمزور ہیں۔ مگر اصل میں ان کی متحدہ طاقت زیادہ ہے۔ اس لئے ہمیشہ عرب میں فساد کا دروازہ کھلا رہے گا ؛

دوسری مشکل یہ پیش آتی ہے۔ کہ عرب کی آئندہ ترقی کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ شامی جو زیادہ تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہیں۔ اس کے انتظامی صیغہ میں زیادہ حصہ دار ہوں کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ اس میں خالی تلوار کام نہیں دیتی بلکہ علم اور علم کی ترقی کام دیتی ہے۔ وہابیوں کی حکومت میں یہ بات ناممکن ہے۔ تیسری یہ مشکل ہے۔ کہ عرب پر مشرقی علاقہ سے حکومت کرنا بالکل ناممکن ہے۔ جب سے عرب کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ ہمیشہ اس پر حکومت مغربی یا شمال مغربی یا جنوب مغربی علاقہ سے ہوتی رہی ہے۔ اور یہ بات اتفاقی نہیں۔ بلکہ اس کی طبعی وجوہ ہیں۔ پس اگر وہابی حکومت ریاض میں رہی۔ تو حجاز بالکل کمزور ہو جاوے گا۔ اور ممکن ہے۔ دوسری حکومتوں کے قبضہ میں چلا جاوے۔ جو اسلام کے لئے ماتم کا دن ہوگا۔ لیکن اس کا ریاض سے بدل کر مکہ میں یا مدینہ میں لانا وہابی مفاد کے مخالف ہوگا۔ کیونکہ اس طرح امیر اپنے اس ذخیرہ سے دور ہو جاوے گا۔ جہاں سے وہ اپنی فوجی طاقت کو مضبوط کرتا تھا۔ بلکہ اس واحد مرکز سے محروم ہو جاوے گا۔ جس پر وہ اعتماد کر سکتا ہے ؛

عرب کس طرح متحد ہو سکتا ہے

پس حالات موجودہ میں وہابیوں کا حجاز پر قبضہ کر لینا گو عارضی طور پر کچھ مفید ہوگا۔ انجام کار عرب اور پھر سارے عالم اسلامی کے لئے مضر ہوگا۔ بلکہ خود وہابی

طاقت کو بھی نقصان پہنچے گا۔ عربوں کے متحد ہونے کا خیال ایک وہم ہو جائے گا۔ اور عرب کبھی بھی ایک منتظم حکومت کی شکل میں نہیں آسکے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شریف حسین کے خاندان کی موجودگی میں بھی گو دقتیں ہیں۔ لیکن اگر شریف آئندہ کو اپنی اصلاح کریں۔ ترکوں سے اپنے تعلقات درست کریں۔ وہابیوں پر ظلم چھوڑ دیں۔ بلکہ ان کو کامل مذہبی آزادی دیں۔ عالم اسلام کی ہمدردی کو حاصل کریں۔ اور عالم اسلام بھی ان سے جاہلانہ مطالبات نہ کرے۔ تو ان کے ہاتھ پر عرب کا جمع ہو جانا نسبتاً بہت آسان ہوگا۔ مگر بہر حال مشکلات دونوں امور میں زیادہ ہیں۔ البتہ میرے نزدیک شریف خاندان کے برسر اقتدار رہنے کی صورت میں کم ہیں۔

وہابیت اور احمدیت

اب میں اس سوال کا مذہبی پہلو لیتا ہوں۔ مذہبی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہابیوں کی حکومت میں گو بعض امور میں ضرورت سے زیادہ سختی بھی ہوگی مگر پھر بھی نجدی لوگ مذہب کے زیادہ پکے ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں۔ شرک سے حتی المقدور بچتے ہیں۔ اور ہمارا پچھلا تجربہ بتاتا ہے۔ کہ احمدیت میں جس قدر جلد وہابی داخل ہوتے ہیں۔ اس قدر جلد کوئی دوسرا فرقہ مسلمانوں کا داخل نہیں ہوتا۔ پس جماعت احمدیہ کے فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ حجاز پر وہابیوں کی حکومت ہمارے لئے گو مشکلات بھی پیدا کرے گی۔ کیونکہ وہابی مخالفت بھی احمدیت کی بہت کرتے ہیں۔ مگر انجام کار انشاء اللہ ہمارے سلسلہ کے لئے مفید ہوگی۔ اور تمام امور کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر کم سے کم کچھ عرصہ کے لئے وہابی حجاز پر حکومت کریں تو وہ ایک ایسا اثر ضرور وہاں چھوڑ جاوینگے۔ جو ہمارے سلسلہ کی اشاعت کے لئے مفید ہوگا ؛

دعا

میں آخر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اس فتنہ و فساد میں سے وہ ایسے خیر و خوبی کے پہلو پیدا کر دے کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اور حجاز مسیحی اثر سے بالکل پاک رہے۔ اور دجال کا رعب خانۂ خدا میں رہنے والے لوگوں کے دلوں سے دور رہے۔ اللھم آمین ؛

خاکسار :۔ مرزا محمود احمد

ہذا خلیفۃ اللہ المہدی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب شہادت القرآن کے صفحہ ۴۱ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

" مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے۔ کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی۔ کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی "

غیر احمدی کہتے ہیں۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا جھوٹ ہے کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ اس کے جواب میں گذارش ہے

اوّل :۔ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صوفی یا کسی پہلے بزرگ کی کتاب میں اس حدیث کو بخاری کے حوالہ سے پڑھا ہو۔ جو بخاری کے کسی پرانے نسخہ میں موجود ہو۔ جیسا کہ حدیث تکثر لکم الاحادیث بعدی کے متعلق تلویح شرح توضیح میں علامہ تفتازانی نے لکھا ہے :۔

" ان الامام ابا عبد اللہ البخاری اورد ھذا الحدیث فی کتابہ "

کہ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے حالانکہ بخاری کے موجودہ نسخوں میں سے کسی نسخہ میں بھی یہ حدیث موجود نہیں ہے۔

دوم۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ سہو و نسیان ہے۔ جس سے کوئی بشر بھی خالی نہیں۔ نہ نبی نہ ولی نہ صدیق نہ شہید۔ چنانچہ افضل الرسل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ وانما انا بشر انسی کما تنسون (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ ابن ماجہ مصری جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ مسلم مع نووی مجتبائی جلد ۱ صفحہ ۲۱۲) کہ میں ایک بشر ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جایا کرتے ہو۔ اس بات کا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود نے بخاری کا حوالہ بھول کر دیا ہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تحریر ہے۔

" میں کہتا ہوں۔ کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے امامین حدیث (بخاری مسلم ناقل) نے ان کو نہیں لیا۔ اور یہی مذہب (یعنی آنے والا عیسیٰ اپنے وقت کا مہدی اور امام ہے ناقل) حضرت اسماعیل بخاری کا بھی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا بجز اس کے کوئی اور اعتقاد ہوتا۔ تو ضرور وہ اپنی حدیث میں کا ظاہر فرماتے۔ لیکن وہ صرف اسی قدر کہکر چپ کر گئے۔ کہ ابن مریم تم میں اترے گا۔ جو تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہی ہوگا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ امام وقت ایک ہی ہوا کرتا ہے " (ازالہ اوہام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر چھوٹی تقطیع صفحہ ۵۱۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ بخاری میں اماماکم منکم کے سوا اور کوئی حدیث مہدی کے متعلق نہیں ہے۔ پھر اس کتاب کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی کتاب شہادت القرآن میں حدیث ھذا خلیفۃ اللہ المہدی کے متعلق یہ لکھنا کہ یہ بخاری میں ہے صاف طور پر دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ بوجہ نسیان ہے ؛

سوم :۔ محض خلاف واقعہ قول کا نام جھوٹ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو تو ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جھوٹ بولا۔ حدیث میں آتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھائی۔ تو ذوالیدین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت۔ اے رسول اللہ کیا نماز چھوٹی کی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لم تقصر ولم انس۔ کہ نہ تو نماز چھوٹی کی گئی ہے۔ اور نہ ہی میں بھولا ہوں۔ پھر آپ نے دوسروں سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے ذوالیدین کی تائید کی۔ تو آپ نے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ (ابن ماجہ جلد ۱ مصری صفحہ ۱۹ و بخاری مصری جلد ۱ صفحہ ۱۶۴) اب کیا کوئی مومن اس بات کے کہنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) یہ آپ کا جھوٹ تھا ہرگز نہیں۔ مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مسیح کی مخالفت میں ضرور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا الزام لگا رہے ہیں۔ اور یہ تو کسی نبی کو بھی نہیں چھوڑتے کیا یہ حضرت ابراہیم کے متعلق نہیں کہتے۔ کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے۔

چہارم :۔ یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ آیا یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں آئے بھی ہیں یا نہیں۔ سو یہ حدیث ابونعیم نے اپنی کتاب میں اور خطیب نے تلخیص المتشابہ میں روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۶ ؛

" و از انجملہ آنکہ برسرش ابر سایہ کند و منادی از وی ندا دہد کہ ایں مہدی است خلیفہ خدا اتباع او کنید۔ . . . . و در روایتی آمدہ کہ فرشتہ باشد بر سر وے ندا کند۔ کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا و اطیعوا۔ اخرجہ ابو نعیم و الخطیب فی تلخیص المتشابہ عن ابن عمر "

اور ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ میں یہ الفاظ ہیں :۔

" فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی "

اور اس کے متعلق علامہ سندی نے حاشیہ میں لکھا ہے :۔ کہ زوائد میں ہے۔ کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور حاکم نے مستدرک میں امام بخاری و مسلم کی شرط پر اس حدیث کو روایت کیا ہے ؛

پنجم :۔ اللہ تعالیٰ انبیاء سے ایسے کام اس لئے صادر کرواتا ہے تا یہ ثابت ہو۔ کہ وہ بشر ہی ہیں۔ خدا نہیں۔ کہ سہو و نسیان سے مبرا ہوں اور تا آئندہ آنے والی نسلیں انہیں خدا نہ سمجھ لیں۔ والسلام ؛

خادم۔ جلال الدین شمس مولوی فاضل۔ از قادیان

پیر جماعت علی شاہ صاحب کو دوسرا چیلنج

سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت احمدیہ سیالکوٹ نے پیر صاحب کے متعلق ایک دوسرا اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں انہیں تا دم زیست مہلت دی گئی ہے۔ کہ عجیب چاہیں پیش کریں وہ رقم دیکر جو چیلنج کرنے کہ حضرت مسیح موعود کے اسلام۔

(بقیہ صفحہ ۲ کالم ۳)

مسلمانوں کی اخلاقی اور علمی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے تبلیغ بعض دفعہ انکا لعید کا بھی ذکر فرمایا جو باہر سری کو پیش آتی ہیں۔ اور ساتھ ہی بعض بشارات کا ذکر کیا۔ اور تبلیغ کے فوائد کو پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ اور آخر پر آپنے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر روشنی ڈالی۔

چند اور تقریریں

دوسری تقریر حضرت حافظ روشن علی صاحب نے ختم نبوت پر فرمائی۔ تیسری تقریر جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے آریہ سماج پر فرمائی۔ آپنے آریوں کی مسلمہ تناقض شدید پیش کئے۔ اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ کے متعلق جو خیالات انکی کتابوں میں موجود ہیں۔ انکو غلط ثابت کیا۔ دوسرا جلاس میں زیر صدارت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق خاکسار تقریر کی بعض دوسری اہمیت اور قلت وقت ظاہر کرتے ہوئے۔ حضرت اقدس کی چند خدمات کا ذکر کیا۔ تیسرا اجلاس زیر صدارت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب بیرسٹر امیر جماعت لاہور شروع ہوا۔ مولوی جلال الدین صاحب نے صداقت مسیح موعود پر تقریر کرتے ہوئے پیغامی جماعت علی شاہ علی پوری کے من گھڑت معیار نبوۃ کو باطل ثابت کیا۔ پھر قرآن شریف اور احادیث سے عدم قتل مرتد پر دلائل بیان کئے۔ ساتھ ہی مولوی ظفر علی خاں نے اپنے مضامین میں جو جرح کی تھی اسکو رد کیا۔ والسلام

خاکسار غلام احمد مولوی فاضل بدوملہوی

مولوی ظفر علیخاں صاحب کی غداری

مولوی ظفر علیخاں کی رائے ہے۔ کہ مرتد اسلام سزا دینے کے قابل ہے اور یہ سزا قتل تک ہو سکتی ہے۔ احمدیہ جماعت اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے پر کسی سزا کو واجب نہیں سمجھتی۔ اس لئے آج کل اس پر خوب گرما گرم بحث چھڑ رہی ہے۔ جو مرتد اسلام کو سزا کے قابل سمجھتے ہیں۔ انکی ایک دلیل یہ ہے۔ جس طرح پر ایک حکومت کا باغی اور غیر رعایا دونو برابر نہیں۔ غیر رعایا کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر باغی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ اور جس طرح انگریزی حکومت میں وہ کوئی جو شخص بغاوت اختیار کرے وہ دفعہ ۱۲۱ کی رو سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح جو مسلمان ہو کر کفر اختیار کرے وہ واجب القتل ہوگا۔ منطق میں ایسے استدلال کو ہی کج بحثی کہا جاتا ہے۔ کہاں بغاوت کرکے سارے امن وامان اور نظم ونسق کو ختم کر دینا۔ اور کہاں چپ چاپ اور شانتی کے ساتھ اپنے عقائد کا بدلنا۔ اور ان کا پرچار کرنا۔ لیکن میں ایک اور دلیل دیتا ہوں۔ مولوی ظفر علی خاں نے حکومت سے عدم تعاون کیا۔ اور نوکر شاہی کے کارندوں کو شیطان گورنمنٹ کے پرزے سمجھا۔ سرکاری قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا حرام تصور کیا۔ لیکن اب مولوی ظفر علی خاں صاحب کرنل ڈبراجن کا استقبال کرنا اسلامی شان کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کو چچازاد بھائی کہتے ہیں۔ ۱۰۷ دفعہ میں ضمانت دینا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ اب کیا برادر فضل کانگرس کا یہ فرض نہیں۔ کہ ایسے شخص کو جو ایک دفعہ کانگرس کے جھنڈے تلے عدم تعاون کا عہد کر چکا ہے غدار ظاہر کر دے۔ کیونکہ اس نے اپنے طرز عمل سے عدم تعاون کو ٹھکرا دیا ہے۔ (ملاپ ۲۳ مئی)

ہندوستان کی خبریں

لنڈن ۱۱ر جون۔ کل دیوان عام میں ارل ونٹرٹن نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر قتل باؤلا کے مقدمہ کے سلسلہ میں مزید تحقیقات کی ضرورت محسوس ہوگی۔ تو وہ جلدی کی جائے گی ؛

لاہور ۱۲ر جون۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے یونین نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہڑتالی اس وقت تک کام پر واپس نہ آئینگے۔ جبتک کہ ان کی شکایات رفع نہ کر دی جائیں۔ آج راولپنڈی سکھر اور کراچی۔ ہڑتالیوں کے جلوس نکلے ایک ایک سرخ جھنڈا جلوس کے ساتھ تھا ؛

الہ آباد ۱۲ر جون۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی مجلس عاملہ کا جلسہ ۳ر جولائی کو کلکتہ میں منعقد ہوگا ؛

لاہور ۱۲ر جون۔ بٹول میں ہیضہ پھیل جانے کی وجہ سے پنجاب گورنمنٹ نے ایک ہفتہ کے لئے عدالتیں بند کرنے کی اجازت دیدی ہے ؛

کلکتہ ۱۱ر جون۔ نیو مارکیٹ کلکتہ میں مسلمان پیر کی جو قبر ہے۔ ایڈوکیٹ جنرل نے اس کے کھودنے کی تائید کی ہے۔ چنانچہ اس رائے پر دارجلنگ سے مسٹر سی۔ آر۔ داس میئر کلکتہ کارپوریشن کی رائے دریافت کی گئی ہے۔

جبل پور ۱۰ر جون۔ جبل پور میونسپل انتخابات میں تقریباً تمام سوراجی امیدواروں کو شکست ہوئی۔ کمیٹی کے ۳۳ ممبروں میں ۱۸ سوراجی تھے۔ جن میں سے صرف ۲ اپنی نشستیں باقی رکھ سکے۔ اور ایک سوراجی کا جدید انتخاب ہوا ؛

امرت سر ۱۲ر جون۔ امرت سر کے جن منتخب شدہ مسلمان ارکان بلدیہ نے انتخاب صدر بلدیہ کے وقت رائے بہادر سر گوپال داس کے حق میں رائے دی تھی۔ انہوں نے تحریری معافی نامہ ایک جلسہ میں پیش کیا ؛

شملہ ۱۲ر جون۔ حکومت ہند کے جریدہ غیر معمولی میں وزیر ہند باجلاس کونسل کی منظوری سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ آج سے لے کر ۲۱ر جنوری ۱۹۲۷ء یعنی موجودہ مجلس وضع قوانین کی میعاد کے خاتمے تک حکومت بنگال کے امور منتقلہ کے انتقال کو معطل سمجھا جائے۔ اگر موجودہ کونسل اختتام میعاد سے قبل اس نظر ثانی کی خواہش ظاہر کرے یا مستعفی ہو جائے۔ تو اس تعطل کا خاتمہ تاریخ مشتہرہ سے

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحبزادہ آفتاب احمد خان سے اختلاف رائے کی وجہ سے ۱۸ اکتوبر سے مسلم یونیورسٹی سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ اور بحیثیت وائس چانسلر ڈھاکہ یونیورسٹی تشریف لے جائیں گے ؛

شملہ ۱۲ر جون - ۲۰ر جون ۱۹۲۵ء سے ہندوستان سے افغانستان جانے والے تاروں کا نرخ سہ حرفی لفظ ہوگا۔

کلکتہ ۱۲ر جون۔ یہاں ایک انگریز آیا ہوا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہن کر اور لوہے کا چار جامہ زیب بر کر کے دریا میں کود سکتا۔ اور غوطہ لگا کر دور تک اندر ہی اندر تیر سکتا ہے۔ اس کا ارادہ ہے۔ کہ دریائے ہگلی میں اس طرح کودے۔ مگر مقامی انگریز اس کو اس بنا پر روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ دریائے ہگلی اور دوسرے دریاؤں میں بڑا فرق ہے اور اس دریا کے اندر کئی قسم کے خطرے ہیں ؛

کلکتہ ۱۲ر جون۔ سر سریندر ناتھ بنرجی پر ایک اور اخبار نویس نے ہتک عزت کا جو مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ وہ مدعی کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو گیا ہے۔ سر سریندر نے تحریری معافی نامہ بھی بھیج دیا تھا ؛

حکیم محمد اجمل خاں صاحب کے خلاف عربک کالج کے طلباء نے دعویٰ داغ دیا ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ حکیم صاحب نے دہلی میں اسلامیہ کالج قائم کرنے کے لئے ۱۹۱۸ء میں کچھ روپیہ جمع کیا۔ حالات بدل جانے کی وجہ سے وہ روپیہ بیکار پڑا رہا۔ اب فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ روپیہ قومی یونیورسٹی کے لئے وقف کر دیا جاوے۔ جس سے عربک کالج کے طلباء نے ناراض ہو کر دعویٰ کر دیا ہے ؛

ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۱۱ر جون۔ دیوان عام میں سر سموئیل ہور نے فرمایا۔ کہ القنطرہ اور کراچی کے درمیان ہفتہ وار ہوائی ذریعہ سے آمد و رفت کے متعلق منتظمان سول سے کہا گیا ہے کہ وہ جلد سے جلد تجاویز مرتب کر کے بھیج دیں ؛

لنڈن ۱۱ر جون۔ فرانسیسی وزیر اعظم موسیو پین لیوے کا سلطان مراکو نے نہایت پر جوش استقبال کیا۔ جس کے بعد موسیو موصوف فاس چلے گئے۔ اور آج وہ محاذ جنگ کا معائنہ فرمائیں گے ؛

پیرس ۱۱ر جون۔ میڈرڈ کا ایک پیام مظہر ہے۔ کہ جون کے آخر تک ہسپانوی افواج کی نقل و حرکت ملتوی کر دی گئی ہے۔ اس دوران میں رغازی ؍ عبد الکریم کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کی جائے گی ؛

لنڈن ۱۱ر جون۔ جینوا کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ساحل ریف کی ناکہ بندی کرنے کے لئے فرانس اور ہسپانیہ جو کارروائیاں عمل میں لانے والے ہیں۔ الجزائر ایکٹ کے ماتحت برطانیہ ان کی تائید کرے گا ؛

لنڈن ۱۲ر جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت حجاز (امیر علی) نے اعلان کیا ہے۔ کہ مقام بدر پر جو ینبوع اور بندرگاہ رابغ کے درمیان واقع ہے۔ اس کی افواج نے قبضہ کر لیا ہے ؛

امریکہ میں چار سال کے عرصہ میں جب سے مے نوشی کی بندش ہوئی ہے۔ پانچ لاکھ آدمی اس کی بدولت گرفتار ہو چکے ہیں ؛

افغانستان سے حکومت اٹلی کے زبردست مطالبات
ایک قاتل کو قتل کرنے کا نتیجہ،

روم ۱۳ر جون۔ موسیو مسولینی افغانی سفیر کے سامنے نوٹ پیش کر رہے ہیں۔ جس میں موسیو پیپرنو اطالوی انجنیر کے قتل کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے۔ جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ کہ اس نے ایک افغانی سپاہی کو قتل کر دیا ہے۔ اس جرم کا ارتکاب اس نے گذشتہ سال میں کیا تھا۔ اور ۲ر جون کو اسے سزا دی گئی۔ ذیل کے مطالبات پیش کئے گئے ہیں ؛۔

(۱) اس قتل کے خلاف کابل میں پبلک مظاہرے منعقد کئے جائیں

(۲) افغانی وزیر خارجہ اطالوی سفارت خانہ کی طرف افغانی سپاہیوں کے ساتھ جا کر اطالوی جھنڈے کو سلام کرے ؛

(۳) سات ہزار پونڈ اٹلی کو تاوان دیا جائے ؛

(۴) پیپرنو کی زندگی بچانے کے لئے جو روپیہ دیا گیا تھا۔ اس کو واپس کر دیا جائے ؛

لنڈن ۱۳ر جون۔ دو برطانوی جنگی جہاز عقبہ میں احکام لے کر پہنچے ہیں۔ کہ سابق شاہ حسین مقام مذکور کو یکدم چھوڑ دیں۔ اس کے متعلق "ٹائمز" کے نامہ نگار مقیم قاہرہ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ طے ہو گیا ہے۔ کہ سابق شاہ حسین کا وہاں سے چلدینا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اس کی موجودگی کی وجہ سے نجدیوں کو عقبہ پر حملہ کرنے کا اشتعال پیدا نہ ہو۔ برطانیہ نے شاہ حسین کو بصرہ میں قیام کرنے کی جو دعوت دی تھی۔ وہ اب بھی موجود ہے ؛

شنگھائی ۱۲ر جون۔ اس وقت ۱۲ جنگی جہاز نیکو میں مجتمع ہیں۔ ان میں چار برطانوی۔ تین امریکن۔ اور تین جاپانی جنگی کشتیاں بھی شامل ہیں ؛

۱۶ر جون مسٹر سی۔ آر۔ داس کی وفات قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے دفعتہً دار جلنگ میں واقعہ ہوئی ؛